خلافت راشدہ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | حق چار یار

شمارہ نمبر ۴۶ | وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝ | مارچ ۲۰۲۶ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

• مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تصانیف میں تصرف	
• ازالۃ الوسواس عن حدیث القرطاس	• تکفیری کون؟
• کیا رویتِ ہلال کمیٹی پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں؟	
• غیر مقلدین کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے کا اعتراف	

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد	یااللہ مدد	عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین	صفحہ
ازالۃ الوسواس عن حدیث القرطاس (مولانا امان اللہ غزنوی صاحب حفظہ اللہ)	1
غیر مقلدین کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے کا اعتراف (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	14
مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی تصانیف میں تصرف۔ علمی امانت کے خلاف ایک تشویشناک روایت (مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ)	30
تکفیری کون؟ (مولانا حافظ محمد عدیل عمران صاحب حفظہ اللہ)	33
کیا رویتِ ہلال کمیٹی پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں؟ (محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ)	39

نوٹ: مجلہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا امان اللہ غزنوی صاحب حفظہ اللہ فاضل معہد عثمان بن عفان لانڈھی کراچی

ازالۃ الوسواس عن حدیث القرطاس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا، اس پیر سے چار روز قبل یعنی جمعرات کے دن بعض صحابہ کرام آپ کے حجرے پر تشریف لے گئے۔ جن میں سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا عباس اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے تھے، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود حضرات سے کہا کہ میرے لئے لکھنے کی کوئی چیز لے آو تاکہ تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

حاضرین میں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پر اس وقت بیماری کی شدت اور تکلیف غالب ہے، اور پھر ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ تھا کہ قرآن کریم مکمل نازل ہو چکا جس کی آخری آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوگئی، لہذا اب کوئی ضروری حکم تو باقی نہیں رہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچانا ہو، اب یہ کوئی نصیحت ہی ہوگی، اور حضور کی صحت ایسی نہیں کہ آپ کو تکلیف دی جائے لہذا پھر کبھی سہی، ابھی نہ لکھوایا جائے۔

جبکہ وہاں موجود اہل بیت کرام علیہم الرضوان میں دو گروہ ہوگئے تھے۔ بعض کا کہنا تھا کہ لکھوایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہکی بہکی بات تو نہیں کرسکتے، کچھ لکھوانا ہی چاہ رہے ہیں لہذا قلم ودوات قریب کرلو تاکہ حضور کچھ لکھوادیں، جبکہ بعض اہل بیت کی وہی رائے تھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ جب یہ اختلاف رائے ہوا اور اس کی وجہ سے آواز بلند ہونے لگی تو شور سا محسوس ہونے لگا۔ حضور نے فرمایا آپ حضرات یہاں سے تشریف لے جائیں کیونکہ میرے سامنے شور مناسب نہیں ہے۔

یہ ان احادیث کا قدر مشترک ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سات مقامات پر نقل فرمائی ہے۔ اسے "حدیث قرطاس" بھی کہا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا پایا جاتا ہے کہ جن کے جینے مرنے کا اکلوتا مقصد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہتان طرازی کرنا ہے۔ اور اپنے اس مذموم مقصد کے لئے وہ کسی قسم کا موقع ہاتھ سے جانے

نہیں دیتے، حتیٰ کہ کتب تاریخ کی کوئی گری پڑی روایت ہی کیوں نہ مل جائے، وہ بھی ان کے لئے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کا کام دیتی ہے۔ حدیث قرطاس بھی اس طبقے کی تلبیسات سے نہ بچ سکی اور انہوں نے اپنے فاسد بلکہ باطل استدلالات کے ذریعے اس حدیث سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اتہامات کا ایک طومار باندھا ہے۔ آیئے ان الزامات کا سلسلہ وار جائزہ لیتے ہیں۔

پہلا طعن:

نبوت کا کلام وحی ہوتا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تبلیغ سے روکا، اور وحی کی تبلیغ سے روکنا کفارہ کا وتیرہ رہا ہے لہذا۔۔۔۔۔ اس طرح وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان وعدالت پہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ چلیں! دیکھتے ہیں اس سوال کا علم ودانش کے ترازو میں کیا وزن ہے؟

پہلا جواب:

کیا پیغمبر کی ہر بات اور ہر عمل وحی ہوتا ہے؟ اس سوال کو حل کر لیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ جی نہیں! پیغمبر کی ہر بات وحی نہیں ہوتی، اس پر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "تحفہ اثناء عشریہ" میں عمدہ بحث فرمائی ہے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ اس نکتے کو سمجھتے ہیں۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں!

اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر عمل وحی ہوتا تو عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ نہ کی جاتی۔

واقعہ یہ ہوا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روسائے قریش ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ابی بن خلف اور امیہ بن خلف وغیرہ کو دعوت دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور کچھ پوچھا، یہ قطع کلام آپ کو ناگوار گزرا اور آپ نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بہ جبیں ہوئے، حضور جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے، سورۃ عبس نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر تنبیہ کی گئی کہ آپ ان رؤساء کی وجہ سے سچی طلب رکھنے والوں سے منہ نہ موڑیں۔

اگر آپ کا ہر عمل وحی ہوتا تو اللہ پاک تنبیہ نہ فرماتے، بلکہ عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو آداب مجلس کی تعلیم تلقین کی جاتی، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابی کے سوال پر اس لئے چیں بہ جبیں ہوئے کہ انہوں نے حضور کے سلسلہ کلام کو توڑا جبکہ آپ قریشی سرداروں کو دعوت دے

رہے تھے، لیکن یہاں صحابی نابینا ہونے کی وجہ سے معذور ہیں۔ الغرض ان آیات میں حضور کو تنبیہ کی گئی، معلوم شد کہ آپ کا ہر عمل وحی کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔

ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

بدر کی جنگ میں قریش کے جو لوگ قیدی بن کر آئے، ان کی بابت آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ آیا انہیں قتل کیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔۔؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ ان کو قتل کر دیا جائے، جبکہ "نبی وصدیق" کی رائے یہ ہوئی کہ انہیں اسلام کے اخلاقی تقاضوں کے مطابق فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور انہیں رہا کر دیا گیا۔ بعد میں وحی کا نزول ہوا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ہوئی۔

اب یہاں دو باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، یہ مجلس مشاورت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں گے اس کی بنیاد باہمی مشاورت پر ہو گی نہ کہ وحی پر۔ دوسرے یہ کہ جو فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، وحی سے اس کی تائید نہیں ہوئی۔ یہاں بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ پیغمبر کا ہر اقدام وحی نہیں ہوتا۔

تیسرا واقعہ بھی نوٹ کیجئے:

صلح حدیبیہ کا واقعہ آپ کو معلوم ہو گا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کی غرض سے جانب مکہ روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ سے چھ میل دور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ قریش کو علم ہو گیا، وہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ ان سے بات چیت کریں۔ قصہ مختصر کہ معاملہ صلح پر منتج ہوا اور صلح نامہ لکھا گیا، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم خوش نویس تھے، آپ کاتب وحی بھی تھے اس لئے صلح نامہ آپ سے لکھوایا گیا، حضور املا کرواتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ لکھتے جاتے۔ آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھوائی تو سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو تمہاری علامت ہے، تمہارا شعار ہے، اسے مٹاؤ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹوا دیا اور "باسمک اللھم" لکھوایا۔ اس کے بعد اگلا جملہ لکھوایا گیا: "ھذا ما قاضی علیه محمد رسول اللہ"، اس پر بھی سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ

کو رسول مانتے تو پھر جھگڑا ہی کیا ہے، یہ رسول کا لفظ مٹائیں اور محمد بن عبد اللہ لکھیں، آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اس لفظ کو مٹادیں اور محمد بن عبد اللہ لکھ دیں، عاشق صادق نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں مٹاؤں گا، پھر حضور نے اپنے دست مبارک سے مٹایا۔ تفصیلی واقعہ کتب سیرت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس واقعہ میں امام عالی مقام سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا فہم یہ بتاتا ہے کہ پیغمبر کا ہر حکم وحی نہیں ہوتا، اگر ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ صاحب وحی کا حکم بجالاتے، اور اس میں کسی قسم کی خجلت کو آڑے آنے نہ دیتے۔ اس واقعہ سے بھی ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے کہ حضور کا ہر حکم وحی نہیں ہوتا بلکہ کبھی کسی کی رعایت رکھنے کے لئے بھی حکم دے دیا جاتا ہے جیسے اس واقعہ میں سہیل بن عمرو کی رعایت رکھنے کے لئے رسول کا لفظ مٹانے کا حکم دیا گیا۔

ایک شہادت شیعہ مصنف کی بھی پڑھ لیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح نے شیعہ عالم علم الہدی شریف مرتضی کی کتاب "الغرر والدرر" سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی جن کا نام "ماریہ" تھا یہ قبطی قبیلے سے تھیں، انہی کے بطن سے جناب ابرہیم متولد ہوئے۔ ان کا ایک چچا تھا جس کی ان کے گھر آمد و رفت رہتی تھی۔ لوگوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ ان کے ماریہ کے ساتھ تعلقات کچھ اچھے نہیں ہیں۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعتوں کی نذر ہوئی تو آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تلوار دی اور حکم دیا کہ ماریہ کے وہ قبطی چچا جہاں نظر آئیں ان کی گردن مار دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ انہیں ڈھونڈنے نکلے کہ اس کی نظر اچانک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر پڑی تو وہ ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے آپ کو پیٹھ کے بل گرا دیا، جیسے ہی وہ گرا اس نے اپنی ٹانگیں چوڑی کرلی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو قبطی مجبوب نکلا۔ چنانچہ آپ نے اسے مارنے کا ارادہ ترک فرمادیا اور ساری صورت حال نبی علیہ السلام کو بتلادی، آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے وحی الہی نہ سمجھا، اگر سمجھتے تو ہر حال میں آپ اسے قتل فرمادیتے۔ جس طرح حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کے بارے میں بتلایا کہ روضہ خاخ پر تمہیں ایک خاتون ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے اس سے وہ خط برآمد کرلیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے اس مقام پر خاتون کو پایا تو اسے

روک دیا اور خط کا تقاضا کیا۔ خاتون نے انکار کیا کہ اس کے پاس کسی قسم کا کوئی خط نہیں ہے۔ وہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی بات نہ مانی اور دھمکی دی کہ اگر تم نے خط نہیں نکالا اور ہمیں ضرورت پڑی تو ہم تمہیں برہنہ کرکے بھی خط برآمد کریں گے۔

یہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی رہنمائی سے خاتون کا پتہ بتایا ہے؛ کیونکہ وہاں دیگر اسباب علم سے یہ بات معلوم کرنا ناممکن تھا۔ کہاں مدینہ منورہ کہاں روضہ خاخ۔۔۔ تو یہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہر حال میں حکم بجالایا، جبکہ متذکرہ بالا دیگر واقعات میں آپ نے حکم نبوی پر عمل نہیں کیا۔ یہ مختلف طرز عمل بتاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو "وحی" نہیں سمجھتے تھے۔

صحابہ مزاج شناس نبوت تھے۔ وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا حکم وحی کی وجہ سے دے رہے ہیں اور کون سا حکم اپنے اجتہاد یا مصلحت کے تحت، فافھم وتدبر۔

جس طرح ان واقعات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر طعن کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ آپ قرائن سے جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اجتہاد یا مصلحت کی وجہ سے ہے، جہاں وہ مصلحت انہیں فوت ہوتی نظر آئی وہاں انہوں نے حکم نبوی پر عمل نہیں کیا۔ جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ حکم نبوت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مورد الزام نہیں ٹھہرائے جاسکتے اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بھی طعن کرنا حماقت و جہالت ہے۔

دوسرا جواب:

اور اگر یہ لکھنے کے آلات منگوانا کسی ضروری حکم کی تبلیغ تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں لکھواتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ آپ کی رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف ہوا کرتی تھی لیکن آپ نے کبھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار یا انکار پر اپنی رائے کے اظہار سے دریغ نہیں کیا۔ جیسے بدر کے قیدیوں کی بابت آپ کی رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے الگ رہی لیکن آپ نے اپنی رائے کی بنیاد پر فیصلہ کیا، وہ فیصلہ آپ کی رائے و اجتہاد کی بنیاد پر تھا نہ کہ وحی کی بنیاد پر، جب آپ اپنے اجتہاد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو خاطر میں نہیں لائے تو حکم وحی (جیسا کہ مخالفین کا خیال ہے کہ یہاں قلم و

قرطاس منگوانا اور نصیحت لکھنا حکم وحی تھا) کی تبلیغ میں آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی وجہ سے کیونکر رک جاتے۔۔؟؟

تیسرا جواب:

تیسرے جواب سے پہلے تمہید کے طور پر محدثین کی ایک اصطلاح سمجھ لیں۔

محدثین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث مرفوع کہتے ہیں، صحابی کے قول کو حدیث موقوف۔۔۔ جبکہ کسی صحابی کی بات پر اگر حضور سکوت فرمائیں تو اسے "تقریر" کہتے ہے۔ تقریر کا معنی ہے "پختہ کرنا". اگر کوئی صحابی اپنا کوئی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان فرمائے، یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو کوئی ایسا عمل کرتا دیکھ لیں جس کا تعلق شریعت سے ہو اور اس پر نکیر نہ فرمائیں تو اس عمل یا قول کو نبوت کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث کی مستقل قسم ہے۔ حدیث کی اس قسم سے کئی مسائل صحابہ کرام کے ذریعے امت تک پہنچے ہیں۔

حدیث قرطاس میں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نصیحت لکھوانے ضرورت محسوس نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پھر نہیں منگوایا حتی کہ یہ فرمادیا کہ میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ یہاں بحث کرنا مناسب نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تائید فرمادی۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو "تقریر" کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی۔ بلکہ موجود صحابہ کرام کی تائید بھی حاصل ہوگئی کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کاغذ قلم نہیں لایا۔

دوسرا طعن:

شیعہ حضرات کی طرف سے دوسرا اعتراض اس حدیث کے الفاظ "حسبنا کتاب اللہ" کو لے کر کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حدیث کی ضرورت کی نفی کردی کہ ہمیں حدیث کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔

پہلا جواب:

اگر لفظ حسبنا کتاب اللہ کا یہی معنی ہے کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے، حدیث وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ تو کیا حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا یہ معنی ہو گا کہ ہمیں رسول کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ ہی کافی ہے؟ اگر اس طرح کی ترکیب کا یہی مطلب بنتا ہے تو رسالت کی نفی شیعوں کے بقول قرآن کریم کی کئی آیات سے ہو

جاتی ہے۔ حالانکہ اس کے تو شیعہ بھی قائل نہیں ہیں۔ اب قرآن کریم کی اس آیت میں شیعہ جو تاویل کریں گے، حدیث قرطاس میں وہی ہمارا جواب ہو گا۔

دوسرا جواب:

کبھی کلام کا معنی سیاق و سباق متعین کرتا ہے۔ یہاں سیاق کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حکم ہے کہ مجھے لکھنے کی کوئی چیز لادو تاکہ تمہیں ایسی نصیحت لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو، اور یہ حکم آپ نے بیماری کی حالت میں صادر فرمایا۔ بیماری بھی ایسی کہ تکلیف غالب ہو، اس حالت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "قد غلب علیہ الوجع" یعنی حضور کی یہ حالت اس قابل نہیں کہ آپ کو لکھنے لکھوانے کی زحمت دی جائے اور اگر کوئی ضروری بات ہے بھی تو ضروری احکام کی تکمیل تو کتاب اللہ سے ہو گئی۔ اب اس نصیحت کے مقابلے میں کتاب اللہ کافی ہے۔ اگر سیاق منطوق یعنی "قد غلب علیہ الوجع" اور سیاق مفہوم (ایک نصیحت لکھوانا) کو ملحوظ رکھا جائے تو ضرورت حدیث کی نفی والا اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔

تیسرا جواب:

کیا اس واقعہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روایت حدیث ترک کر دی تھی؟ اگر ترک نہیں کی (اور یقیناً نہیں کی) تو اس اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

تیسرا طعن:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر شیعہ حضرات تیسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی وصیت نہ لکھنے دی، درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہ رہے تھے؟

پہلا جواب:

پہلے یہ تو طے کرلیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کب ہوا تھا۔ اس سلسلے میں شیعہ حضرات کی کوئی ایک بات نہیں ہے، کبھی کہتے ہیں "دعوت عشیرہ" کے موقع پر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو وصی بنادیا گیا تھا، کبھی غدیر کا بتاتے ہیں اور کبھی اس موقع کا بتاتے ہیں۔ اگر دعوت عشیرہ کے موقع پر بنادیے گئے تو غدیر والے واقعہ کو تاکید مانا جائے گا نا کہ تاسیس۔ جب وصی بھی بنادیے گئے اور اس کی تاکید بھی لاکھوں کے مجمع میں ہو گئی اب چار پانچ افراد کی گواہی میں لکھوایا جانا سمجھ سے بالاتر ہے۔

اور اگر غدیر کے اعلان کو تاسیس مان لیا جائے تو وہ اعلان اتنے افراد کی موجودگی میں ہوا کہ اس کی تاکید چند افراد کی موجودگی میں ہو، اور افراد بھی وہ جو غدیر کے موقع پر موجود تھے، یہ بھی سمجھ سے بالاتر ہے۔ الغرض! حدیث قرطاس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت پر استدلال "تقریب تام" نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

شیعہ حضرات یہ واویلا کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی وصیت نہ لکھنے دی اس لئے امت گمراہ ہوگئی۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد ایک تحریر پر موقوف تھا تو منطقی نتیجہ مان لیں کہ تحریر نہیں لکھی گئی، لہذا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہ رہے۔ اور اگر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل کسی تحریر پر موقوف نہیں تھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر الزام کیسا..؟؟ الغرض! یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتی، یا تو مخالفین کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل سے ہاتھ دھونا پڑے گا جو ان کے مذہب کی بنیاد ہے یا خلافت کو بچالیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بہتان طرازی سے باز آئیں۔

تنبیہ: ایسے موقع پر شیعہ مناظرین کہتے ہیں کہ خلافت بلا فصل سے ہماری مراد خلافت باطنی ہے، لہذا حکومت جس کی بھی ہو خلیفہ ہمارے ائمہ رہیں گے؛ کیونکہ خلافت باطنی ایک روحانی منصب ہے۔ اس کے لئے حکومت ضروری نہیں ہے۔

یہ ایک اچھا راستہ نکالا ہے تاکہ تاریخ کو بھی تسلیم کرلیں اور خلافت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔

آیئے! اس نکتے کا جائزہ لیتے ہیں، کیا واقعتاً شیعوں کا یہی نظریہ ہے یا محض لفظی کھینچا تانی ہے۔

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت یا امامت پر جو دلائل دیتے ہیں اس سے ان کے اس دعوے کی صداقت چنداں ثابت نہیں ہوتی۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر سب سے زیادہ بے غبار اور مرکزی دلیل حدیث غدیر سمجھی جاتی ہے جس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں کے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ اور پھر سارا زور لفظ مولا کے ایک خود ساختہ معنی پر دیا جاتا ہے کہ جی مولا کا معنی حاکم ہے، اس سے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت ہوگئی۔ گویا یہ دلیل "تقریب تام" اس وقت سمجھی جاتی ہے جب مولا کا معنی حاکم منوایا گیا۔ یہاں شیعہ حضرات کے استدلال کا مدار ہی اس بات پر ہے کہ خلافت بمعنی حکومت ہے، لہذا خلافت کو صرف باطنی اور روحانی منصب بتانا شیعہ مذہب کی بنیاد کو ہلانا ہے۔

اگر خلافت محض ایک باطنی منصب ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیعہ مذہب کے مطابق غاصب کیونکر ہوئے؟؟ کیونکہ باطنی منصب کو تو کوئی بھی چھین نہیں سکتا۔ خلافت کے موضوع پر کبھی لکھنے کا موقع ملا تو وہاں یہ تفصیل ذکر کی جائے گی کہ شیعہ حضرات کا باطنی منصب والا معنی کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا یہ دعوی شیعہ مذہب کے اصل الاصول (عقیدہ امامت) سے ہی متصادم ہے۔

تیسرا جواب:

شیعہ حضرات کے پاس علم کا وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی لکھوانا چاہ رہے تھے کوئی اور غرض نہ تھی۔ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرامین میں کہیں یہ بات ملتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع خلافت کی وصیت لکھوانا چاہ رہے تھے، یا کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے خلافت کے زیادہ حق دار ہونے کے لئے اس واقعہ سے کبھی استدلال کیا تھا؟ اگر نہیں کیا تھا تو شیعہ حضرات کے اس دعوے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہ رہے تھے۔

چوتھا طعن:

شیعہ حضرات کی طرف سے چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیان یعنی یاوہ گوئی کی نسبت کی جو کہ بہت بڑا عیب ہے۔ کیا کوئی پیغمبر بہکی بہکی باتیں کر سکتا ہے۔ یہ تو پیغمبر کی عقل و شعور پر حملہ ہے۔

پہلا جواب:

حدیث قرطاس کے متعدد طرق میں اس اعتراض کی بنیاد بننے والے الفاظ ملاحظہ ہوں:

1."فقالوا ماشانه اهجر استفهموه"(ب:1551)

2. "فاختلف اهل البيت واختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابا....ومنهم من يقول غير ذلک"(ب:1552)

3."فقالوا ماله اهجر استفهموه"(ب:403)

4."وقالوا ما شانه اهجر استفهموه"(م:4232)

5."فقالوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یهجر"(م:4233)

حدیث قرطاس کے پانچ طرق کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں،پہلے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں طرق میں اگرچہ قائل کی تعیین نہیں ہے لیکن اتنا متعین کہ اس جملے کا قائل ایک نہیں متعدد ہیں۔ قالوا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ جبکہ تیسرے طریق نے قائلین کی تعیین کر دی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ جو حضرات اہل بیت وہاں موجود تھے ان حضرات نے یہ بات کہی جسے معترض سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قطعاً نہیں فرمائی۔۔ اگر یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہوتی تو کہیں تو صراحت ہوتی؟؟

معترض کو صحیح مسلم کے ایک طریق سے مغالطہ ہوا ہے۔ اس طریق کے الفاظ یہ ہیں:

"فاختلف اهل البيت فاختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول ما قال عمر"

(م:4235)

ترجمہ: پس اہل بیت علیہم الرضوان میں اختلاف ہوا اور جھگڑے کی سی صورت حال بن گئی تو ان میں سے بعض نے کہا (کاغذ، قلم) قریب کرو تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایسی تحریر لکھ دیں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو، اور ان میں سے بعض نے وہی بات کی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی۔

اب یہ جو آخری جملہ ہے کہ بعض نے وہی بات کہی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کی۔ اس کا مطلب ہے کہ جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لکھوانے کے حق میں نہ تھے اسی طرح یہ بعض بھی لکھوانے کے حق میں نہ تھے۔ اب نہ لکھوانے میں یہ بعض سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہم خیال ہیں، لہذا ان بعض کا وہ جملہ (اھجر استفھموا) جو نہ لکھوانے پر دلالت کرتا تھا اسے بھی معترض نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ بنا کر اپنے اعتراض کی راہ ہموار کی۔ یہ وہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے بعض مصنفین نے بھی روایت بالمعنی کے طور پر اس جملے کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی۔

دوسرا جواب:

جن الفاظ (ماشانه اهجر استفمهموه) کو لے کر اعتراض کیا جارہا ہے یہ الفاظ اکثر طرق میں ہمزہ استفہام کے ساتھ ہیں، بس جس طریق میں بغیر استفہام کے ہو وہاں بھی حرف استفہام کو مقدر مانا جائے گا، یعنی: اهجر؟؟استفمهموه۔

لفظ ھجر فعل ماضی کا صیغہ ہے۔ لغت میں الگ ہونے اور دور ہونے کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا مصدر "ھجرا"(بفتح الھا) ہو(القاموس الوحید ص:1741) جیساکہ ارشاد ربانی ہے: واھجرھم ھجرا جمیلا۔ ہجرت کو بھی ترک وطن کی وجہ سے ہجرت کہا جاتا ہے۔

اور اگر اس کا مصدر "ھجرا"(بضم الھا) ہو تو اس کا معنی ہے:" بیمار کا بہکی بہکی باتیں کرنا"۔

(القاموس الوحید ص:1741)

حدیث میں پہلا معنی مراد ہے جبکہ شیعہ حضرات دوسرا معنی کرکے اس کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ سیاق وسباق سے دوسرا معنی بالکل نہیں بیٹھتا۔ قرینہ پہلے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

اگر شیعہ حضرات والا معنی کریں تو مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں، اسے خوب سمجھ لو۔

اگر کوئی شخص چھٹانگ بھر عقل بھی رکھتا ہو تو وہ کبھی اس جملے کو کسی عاقل کا کلام قرار نہ دے گا۔ بھلا بہکی بہکی باتوں کو بھی سمجھا جاتا ہے؟ مریض کی بے ربط گفتگو پر بھی کوئی توجہ دیتا ہے؟ یہ معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں بیٹھتا۔

ہاں اگر استفہام کو استفہام انکاری مانا جائے تب یہ معنی بنتا ہے جو شیعہ حضرات کرتے ہیں، لیکن اس صورت میں کوئی اعتراض ہی واقع نہیں ہوتا۔ استفہام انکاری ماننے کی صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:

اهجر استفهموه

ترجمہ: کیا حضور بہکی بہکی کررہے ہیں؟؟

(ظاہر ہے بہکی بہکی باتیں تو نہیں کررہے ناں!) لہذا اسے غور سے سنو۔ جیساکہ قرآن کریم میں سورۃ النازعات میں ہے: اانتم اشد خلقا ام السماء بنھا۔(آیت:27)

ترجمہ: کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا زمین و آسمان کا۔

(ظاہر ہے زمین و آسمان کا پیدا کرنا سخت ہے) اس صورت میں کسی تحقیقی جواب کی ضرورت ہی نہیں، سائل نے خود ہی مسئلہ حل کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات ان حضرات نے کہی تھی جو لکھوانے کے حق میں تھے۔ تشریح اس کی یوں ہو گی کہ اے قلم و دوات سے روکنے والو! قلم، دوات اور کاغذ کیوں نہیں لانے دیتے؟ کیا حضور مریضوں کی سی بات فرما رہے ہیں؟ ہر گز نہیں!!

اس سے معلوم ہوا "اھجر استفھموہ" کہنے والے وہ بزرگ تھے جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

اور اگر اس بات کو نہ لکھوانے والوں کی طرف منسوب کیا جائے تو استفہام تقریری ہو گا اور اس وقت ھجر ترک دنیا کے معنی میں ہو گا کہ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت موعود ہے یہ بات (کہ آپ دنیا سے پردہ فرمانے والے ہیں) آپ سے دریافت کر لو۔ بہر حال! نہ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور نہ ہی اس بات سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص ہوتی ہے۔

خلاصہ بحث:

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر حکم دینا "وحی" نہیں تھا جس کی تعمیل نہ کرنے سے ابطال شریعت لازم آتا ہو۔

2. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت رسانی کی خاطر یہ کہا کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشاد قوموا عنی (میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ) اور یہ کہ تم جس بات کی طرف بلاتے ہو (کہ تحریر لکھی جائے) اب میں اس سے بہتر حالت میں ہوں۔ (کہ نہیں لکھوانا چاہتا) سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تائید فرما دی۔ اسی لئے امام پاکستان مولانا سید احمد شاہ بخاری رح نے اس حدیث کو "موافقات عمر" میں شمار کیا ہے۔

4. سیدنا علی المرتضی و دیگر صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق تھے۔

5. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول کسی طرح بھی انکار حدیث پر دلالت نہیں کرتا۔

6. یہ تحریر خلافت سے متعلق تھی ہی نہیں جو بنائے اعتراض ہے۔

7. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت بجز شیعہ کے کسی نے نہیں کی۔

حوالہ جات:

1. صحیح بخاری میں حدیث قرطاس کے نمبر: 3053ء3168ء4431ء4432ء5669ء7366ء

2. تلخیص الشافی للشیخ الطوسی، المجلد الثانی، رقم الصفحة 282، داراحیاء التراث العربی بیروت 1405ھ

3. معارف القرآن، مفتی شفیع عثمانی رح، جلد 8 صفحہ 682-673 مکتبہ معارف القرآن سن طباعت 1429ھ

4. توضیح القرآن المعروف بآسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، جلد 1 صفحہ 548.

5. سیرت المصطفیٰ، کاندھلوی، جلد 2 صفحہ 357-358 الطاف اینڈ سنز

6. تحفہ اثناء عشریہ مترجم خلیل نعمانی صفحہ 557-558 دار الاشاعت 1402ھ

7. سیرت المصطفیٰ، کاندھلوی، جلد 3 صفحہ 7_8 الطاف اینڈ سنز۔

8. معارف مدنی، مفتی عبد الشکور ترمذی، صفحہ 39، ادارہ اشرف الامداد۔

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ

غیر مقلدین کی طرف سے
انبیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے کا اعتراف

انبیاء کرام کی توہین

غیر مقلدین کے مناظر پروفیسر طالب الرحمن نے غیر مقلدین کی تنظیم ”جماعۃ الدعوۃ“ کے ایک لیڈر شیخ عبد الرحمن مکی کی تردید میں متعلق ”انبیاء کرام کی توہین“ عنوان قائم کر کے لکھا:

”مکی صاحب! آپ تو سب سے نمبر لے گئے۔ انبیاء علیہم السلام پر بھی طبع آزمائی کر ڈالی اور انبیاء علیہم السلام کی تصویر لوگوں کے سامنے بزدلوں اور بے کار لوگوں کی سی پیش کر دی، نعوذ باللہ من ذلک۔“

(بارود صفحہ ۶۹، ناشر: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث سرکلر روڈ راولپنڈی، اشاعت اول)

انبیاء علیہم السلام کی عزت کے درپے

طالب الرحمن نے شیخ عبد الرحمن مکی غیر مقلد کی بات نقل کی:

”اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا: بھاگ...... نوح سے کہا: کشتی بنا۔ تلوار نہ پکڑائی، کہیں نیزہ نہ کہا۔ ابراہیم کی آگ کو ٹھنڈا کیا، عیسیٰ کو اُٹھالیا۔ محمدﷺ کو کہا: ”فاضرب“ ”مار“ فاقتل“ ”وخذوھم واحصروھم واقعدولھم کل مرصد (التوبۃ، آیت:۵) جہاد سے محمد کو فضیلت دی۔“

(بارود صفحہ ۶۹)

طالب الرحمن نے مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد یوں تبصرہ کیا:

”مکی صاحب! یہ کیا اندازِ گفتگو ہے۔ آپ نے موسیٰؑ کو بزدل بنا کر بھگایا۔ کیا آپ نے موسیٰؑ کی لڑائیوں کا تذکرہ نہیں پڑھا۔ کیا موسیٰ ہمیشہ ہی بھاگتے رہے کیا آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ جب بنی اسرائیل نے کہا: فاذھب انت وربک فقاتلا۔ (سورۃ المائدۃ، آیت:۲۴) اسے

موسیٰؑ تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ بتائیے۔ کیا یہ قتال موسیٰؑ کے علاوہ کسی اور کا تھا۔ مکی صاحب! کچھ اللہ کا خوف کرو۔ ایک موقع پر اللہ نے بھاگنے کا حکم دیا۔ وہ تو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مگر قتال کا ذِکر نہ کیا۔ اگر یہ بات بھاگنے کی تھی، اور عیسیٰؑ کے اُٹھانے کی تھی تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ نہیں بھگایا۔ غار میں وہ نہ چھپے۔ کیا آپ کا علم؟ اور کیا آپ کی خطابت؟ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اور نوح ر کشتی بنانا۔ ابراہیمؑ کی آگ کو ٹھنڈا کرنا۔ کیا یہ سب کچھ کافروں سے قتال کے مقابلے میں آیا ہے کچھ تو خیال کرو۔ کیوں نبیاء علیہم السلام کی عزت کی درپے ہو کر اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہو۔''

(بارود صفحہ ۷۰،۶۹)

سیدنا داود علیہ السلام ودیگر انبیاء کا استخفاف

مولانا قاری شاہ محمد رحمانی غیر مقلد (کلیال سرگودھا) لکھتے ہیں:

''مولانا حافظ عبد الستار صاحب دہلوی مرحوم امام ثانی جماعت غرباء اہلِ حدیث (کراچی)...... سلسلہ تبلیغ و تدریس کے ساتھ ان کی کئی مفید تالیفات بھی ان کی یادگار ہیں۔ جن میں ان کا ایک شائع کردہ قرآن بھی ہے جس پر ''فوائد ستاریہ'' کے عنوان سے حواشی ہیں جو عموماً سلفی طرزِ تعبیر کے حامل ہیں۔ تاہم بعض مقامات پر کئی اسرائیلی روایات درج ہو گئی ہیں جو بالکل بے اَصل ہیں اور جن سے انبیاء علیہم السلام کے استخفاف کا پہلو نکلتا ہے...... مثلاً انہوں نے حضرت داود علیہ السلام کے متعلق یہ اسرائیلی روایت نقل کر دی ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کی نگاہ بے اختیاری میں ایک عورت پر پڑ گئی اور وہ ان کو خوب صورت معلوم ہوئی۔ انہوں نے اس کے خاوند کو لڑائی میں بھیج دیا، وہ شہید ہو گیا۔ داود علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ (صفحہ ۵۳۷ ف:۳) مزید ستم کہ مولانا یہ بھی لکھ گئے کہ اس عورت کے پیٹ سے حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے۔ نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ۔ حالاں کہ یہ واقعہ بالکل من گھڑت ہے۔ اس واقعہ کی نسبت کسی شریف کی طرف نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کو اس سے ملوث گردانا جائے۔ اس لئے اکثر مفسرین بھی اس کی تردید کرتے آئے ہیں۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس واقعے کی تکذیب میں سترہ دلائل پیش کئے

ہیں۔ اس کے ساتھ حضرت علیؓ کا وہ قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جو شخص حضرت داود علیہ السلام کے متعلق یہ واقعہ بیان کرے گا، میں اس کو ایک ساٹھ درے لگاؤں گا جو انبیاء پر تہمت کی حد ہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۳/ ۱نومبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۷)

سیدنا داود علیہ السلام کی فضیلت بیان کرنے سے گھٹن

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"اثری صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ انبیاء و صالحین کے محاسن بیان فرما کر ان کی تحمید یا ان پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔ کیا لحن داودی کا شمار محاسن میں نہیں ہو سکتا؟ اسی لحن داودی اور خوش الحانی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داود کی فصلیب بتایا ہے، تو اثری صاحب کو یہ فضیلت بیان کرنے سے گھٹن کیوں محسوس ہوتی ہے اور اس کی اُلٹی سیدھی تاویلات پر اُتر آتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۰)

سیدنا عیسی علیہ السلام کے نسب پر حملہ

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا:

"موصوف کا باپ تھا اور وہ معلوم النسب اور شریف النسب تھے بے پدری کا خیال خطر ناک خیال ہے۔"

(العطر البليغ صفحہ ۱۷۵، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد دوم)

اثری صاحب لکھتے ہیں:

"عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ ماجدہ تو اپنا شوہر اور اس کا باپ بتا رہی ہے اور باپ بیٹا بھی دونوں اسے تسلیم فرما رہے ہیں مگر صدیوں بعد لوگوں نے اُنہیں بے پدر بتایا اور آپ کی والدہ کو بے شوہر بتایا۔ کیا خوب ہے!۔"

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۴۰)

تنبیہ: اثری صاحب کی کتاب "عیون زمزم" رسائل اہلِ حدیث جلد دوم میں شامل ہے۔

غیر مقلدین کے رسالہ "الاعتصام" میں اثری صاحب کے مذکورہ عقیدہ کی بابت لکھا ہے:

”حضرت مسیح کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرنا جو اُن کے فی الحقیقت باپ نہیں، ماں اور بیٹے دونوں کی توہین اور ان پر بدکاری کی تہمت ہے...... صرف باپ ہونا خوبی نہیں، صحیح باپ ہونا خوبی ہے۔“

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرنا جو اُن کا فی الحقیقت باپ نہیں، ماں اور بیٹے دونوں کی توہین اور ان پر بدکاری کی تہمت ہے۔“

(مقالات وفتاوی صفحہ ۳۱)

انبیاء کرام کے قصوں کو بگاڑ کر پیش کیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کی بابت لکھا:

”غرض معروف معنوں سے گریز کا حربہ آپ نے تقریباً اپنی ساری ہی تاویلات میں استعمال فرمایا ہے مثلاً قصہ ایوبؑ، داودؑ، سلیمانؑ، یوسفؑ اور اصحاب کہف وغیرہ کوئی قصہ ایسا نہیں ہے جسے آپ نے مجازی اور کنائی معنوں کے استعمال سے بگاڑ کے نہ رکھ دیا ہو۔ ہم بخوف طوالت ان سب کا اعادہ یہاں پیش نہیں کرسکتے۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۳۲۷)

انبیاء کرام کی نیتوں پر رکیک حملے

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ”اثری صاحب کا اللہ تعالیٰ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سب پر اتہام“ عنوان قائم کیا۔ پھر لکھا:

”دیکھئے کہ اثری صاحب نے اس مخترعہ ڈرامہ میں اللہ تعالیٰ پر تو یہ اتہام لگایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان ھذا لھو البلاء المبین کہ اس میں باپ بیٹا دونوں کی صریح آزمائش تھی یعنی باپ کو یقین تھا کہ میں نے خدا کے حکم کے تحت اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کی رضا کے لئے ذبح کرکے قربانی دینا ہے۔ اسمٰعیلؑ کو یہ یقین تھا کہ میں نے ذبح ہو کر ختم ہو جانا ہے۔ باپ بیٹے کے اس یقین پر ہی اللہ تعالیٰ نے اسے بلاء مبین کہا۔ لیکن اثری صاحب اللہ تعالیٰ اور دونوں انبیاء کی

نیتوں پر یوں حملہ آور ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ”جس قانون اور علم کی بنا پر اس کے ذبح کرنے کے لئے اللہ پاک کا ارادہ اور حکم نہیں تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس نے آگاہ فرما دیا ہوا تھا (گویا یہ بتلا دیا تھا کہ صرف گلے پر چھری رکھنی ہے، ذبح نہیں کرنا) اور نہ اس کی تعمیل کی کوئی تیاری۔“ (ب ۱۴۵) غور فرمایا آپ نے عصمتِ انبیاء بیان کرنے کی آڑ میں انبیاء کی نیتوں پر کس قدر رکیک حملے کئے جا رہے ہیں۔ تاویل کا دھندا تو دوسرے بھی بہت لوگ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے مگر قرآنی آیت کے الفاظ کے علی الرغم بالکل اس کا اُلٹ مطلب بیان کر کے ساتھ یہ بھی کہہ دینا کہ ٹھیک اس کا مطلب یا اس کی تعبیر یہ ہے۔ یہ بس اثری صاحب ہی کا حصہ ہے۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۱۳)

رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی بے ادبی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کے نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صاف لکھتا ہے کہ: تو معلوم ہوا کہ کل فعل رسول اللہ صلعم کا تشریعی نہیں ہوتا۔“

دیکھو! یہ شخص اپنی جان کا دشمن کیسا دلیر ہے۔ افتراء ہو، یا اللہ اور رسول کی بے ادبی کسی بات سے نہیں چوکتا۔“

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۱۳)

رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر اعتراض کا فتویٰ دے بیٹھا

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کے قصور پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا:

”فہم نصیب نہیں۔ ناحق پیغمبر پر اعتراض کرنے کا فتویٰ دے بیٹھا۔“

(اثبات الالہام والبیعہ صفحہ ۱۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض جائز ہے

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کے نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"تم عجب مسلمان ہو، جن کا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے کل اخلاق اور افعال پسندیدہ نہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کوئی اعتراض کرے، تو جائز ہے۔"

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۲۰)

رسول اللہ کے کل اخلاق اور افعال پسندیدہ نہیں

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا:

"بیعت کی بحث میں سنت کے معنی تم نے ایسے بیان کئے تھے جس سے سنت فعلی (جو کام آپ نے کیا ہو) اور سنت تقریری (جو کام کسی نے آپ کے روبرو کیا اور آپ نے دیکھ کر سکوت فرمایا) کا انکار پایا جاتا تھا، یہاں آکر مطلق سنت سے انکار کر دیا۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام اخلاق اور افعال پر دل کا اطمینان نہیں تو اتباع کیسا۔ اَصل میں یہ سب خرافات نیچریوں کے ہیں مگر اس تحریر سے ہمیں معلوم ہوا کہ مصنف نے بھی اُن کی شاگردی (اختیار) کی۔"

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۲۰)

رسول اللہ کے بعض اقوال اور افعال ناپسندیدہ ہیں

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کے نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"جب تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعض اقوال وافعال کو اچھا جانتے ہو، اور بعض کو ناپسند کہتے ہو تو پھر رسول کو رسول کہنے کی کیا حاجت ہے، جس کا تمام عمر میں چال چلن نیک نہ ہو اُس کی نبوت کیا ہے۔ مصنف صاحب آپ ایمان سے کہو یہ بحث آپ کا ضد کی رُو سے ہے یا سمجھ ہی اتنی ہے۔ فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ......وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم۔"

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۲۱)

سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

شیخ حکیم خالد سیف اللہ غیر مقلد نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کو بدعت کہنے والے غیر مقلدین کی

تردید میں ایک کتاب لکھی۔ اس میں اُن کی تاویلات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”کیا ہو گیا ہے مسلمانوں کو ایسی ایسی تاویلیں اور اُصول وضع کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی منشاء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی منشا کے خلاف ہیں۔ ان تاویلوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور ایسی تاویلیں کرنے والے کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔“

(فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کی اہمیت صفحہ ۴۱......ناشر: ایم اے جمشید چغتائی، محمد ادریس کراچی، اشاعت اول ۲۰۱۱ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور داعی فیل اور ناکام ہو گئے!!

پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد نے شیخ عبد الرحمن مکی غیر مقلد کے ایک بیان کو نقل کیا، پھر اس پر یوں تبصرہ کیا:

”مکی صاحب! شاید در پردہ آپ یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ بطورِ مجاہد تو نبیؐ کامیاب تھے۔ اور بطورِ داعی فیل ہو گئے۔ اور بقول آپ کے موقع ملنے پر (مدینے میں) آپؐ نے صرف جہاد ہی کیا۔ یعنی مکہ میں صرف تبلیغ تھی اور مدینہ میں صرف جہاد۔ بطور مجاہد کامیاب اور بطور داعی فیل اور ناکام۔ آپ نے کیا خوب نبیؐ کی عزت و تکریم کی۔“

(بارود صفحہ ۷۰، ۶۹......ناشر: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث سرکلر روڈ راولپنڈی، اشاعت اول)

خود ساختہ فلسفہ کے بل بوتے نبی کی توہین

پروفیسر طالب الرحمن نے آگے لکھا:

”آپ نے خود ساختہ فلسفہ کو بیان کرکے نبیؐ کی توہین کی ہے۔ عبد الرحمن مکی صاحب توبہ کیجئے! رب کے حضور گڑگڑائیے، کہیں اس کی پکڑ آپ کو اپنی گرفت میں نہ لے لے۔“

(بارود صفحہ ۷۱)

پروفیسر صاحب نے شیخ عبد الرحمن مکی کو یوں بھی کہا:

”مکہ کا اسلام کو آپ کو بُرا لگتا ہے۔“

(بارود صفحہ ۷۲)

اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی!؟

شیخ حمید اللہ غیر مقلد کہتے ہیں:

"فرقۂ امامیہ [(جماعت غرباء اہلِ حدیث (ناقل)] کے عقائد کتاب و سنت اور سلف صالحین کے خلاف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کفر و شرک کے بھی مجوز ہیں اور قطعی حرام زنا... کے بھی مجوز ہیں، ان کے نزدیک ہندوؤں کے معبودوں کو کل غیر اللہ کو منتر شرک و کفر میں نداء دینا درست ہے، اللہ و رسول کو گالی دے کر منتر کرنا درست ہے، بھڑ بچھو کے ڈسے پر تپ دق، بنکم کا در، دردِ گردہ وغیرہ میں منتر کفر و شرک درست ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

شانِ نبوت اور شان خلفائے راشدین میں بدترین گستاخی

میاں فضل الحق (ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان) نے مولانا معین الدین (نائب امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان) کو ایک کھلا خط لکھا، اس میں لکھتے ہیں:

"۱۱ جولائی الاعتصام" میں میاں محمود علی قصوری صاحب کی اشتراکیت نوازی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز خلفائے ثلاثہ ابو بکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم کو سوشلسٹ قرار دینے کی بدترین گستاخی اور سوء ادبی پر تعاقب کیا گیا تو ان حضرات کی رگِ تعصب پھڑکی اور مغلوب الغضب ہو کر نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، گیارہ تاریخ کو میٹنگ کر کے الاعتصام کو بند کرنے کا نوٹس دے دیا کو ہمیں بارہ جولائی کو ملا۔ یہ ساری کاروائی ۱۲/ جولائی کو میاں محمود علی صاحب کا انتقام لینے کے لیے عمل میں لائی گئی۔"

(مکتوب مفتوح: ۲ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

نبی علیہ السلام کے ارشاد مبارک کو کسی واعظ غیر محقق کا یا محلہ کی کسی بڑھیا کا مقولہ قرار دینا

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اسی طرح واتخذ سبیله فی البحر سربا کی تفسیر میں لکھتے ہیں شقا کما یسبح الحوت سبحا طبیعا۔ (یعنی مچھلی جیسے طبعی طور پر تیرتی ہے ویسی تیری) یعنی اس

کے تیرنے سے پانی میں سرنگ نہیں بنی) اسی واسطے واتخذ سبیله فی البحر عجبا کی تفسیر میں لکھتے ہیں تعجب یوشع من سرعته (یعنی یوشع نے مچھلی کی تیز رفتاری سے تعجب کیا) حالاں کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ سرنگ کی وجہ سے تعجب ہوا تھا، نیز مسلم کی حدیث میں ہے کہ مچھلی نمک لگی ہوئی یعنی بھونی ہوئی تھی اور ٹوکرے میں رکھ کر ساتھ لے گئے تھے اور بخاری کی روایت میں ہے مردہ تھی خضر علیہ السلام کی جگہ پہنچے تو زندہ ہو کر پانی میں داخل ہو گئی۔ مولوی ثناء اللہ اس سے صاف انکاری ہیں۔ چنانچہ ترک اسلام طبع اہلِ حدیث امرتسر ص۱۱۳ میں دہرم پال آریہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بتلایئے اس آیت میں بھنی ہوئی کس لفظ کا ترجمہ ہے۔“ انتھی پھر آگے چل کر ص ۱۱۴ میں لکھتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سفر کو چلے تو خدا کے حکم سے ایک مچھلی کو پانی کے برتن میں رکھ لیا۔ پھر اسی صفحہ میں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں اصل میں آپ بھی معذور ہیں قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں، معمولی انگریزی یا اُردو میں ترجمہ دیکھا اور کسی غیر محقق واعظ یا محلہ کی کسی بڑھیا سے سن لیا کہ مچھلی بھنی ہوئی تھی۔“ انتھی ناظرین! خیال فرمائیں کہ کس قدر دلیری کے کلمے ہیں گویا نبی علیہ السلام کے ارشاد مبارک کو کسی واعظ غیر محقق کا یا محلہ کی کسی بڑھیا کا مقولہ بناتے ہیں معاذ اللہ“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۸۰، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

معجزات کا انکار

غیر مقلد عورت مریم مدنی نے حافظ عبد اللہ روپڑی کی کتاب ”درایت تفسیری“ کے تعارف میں لکھا:

”اس کتاب کی وجہ تالیف محدث روپڑی نے اس مقدمہ میں یوں بیان کی ہے: مولوی ثناء اللہ (امرتسری) نے بعنوان ”اجتہاد و تقلید“ ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے نصابِ اجتہاد اور نصاب تفسیر پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کا سمجھنا صرف عربی زبان جاننے پر موقوف ہے یعنی نصاب تفسیر علوم عربیہ ہیں اور اس کے ثبوت کے طور پر عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی ہے جو ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس

میں انہوں نے علوم عربیہ (محاورات عرب) کی بنیاد پر اکثر معجزات اور خرق عادات کا انکار کیا ہے اور فرق ضالہ (معتزلہ، جہمیہ، نیچریہ وغیرہ) کی موافقت کی ہے۔"

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اُصول صفحہ ۴۹، مقالہ برائے ایم فل ۲۰۰۰......۲۰۰۲ء، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی)

اس عبارت میں اعتراف ہے کہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بہت سے معجزاتِ انبیاء کا انکار کیا۔ دیگر غیر مقلدین نے بھی اس کا انکشاف کیا ہے۔

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"تفاسیر اہلِ سنت کے مطابق تفسیر کرنے سے اولیاء کی کرامت ثابت ہوتی تھی اس واسطے تفاسیر اہلسنت کو چھوڑ کر فرقہ ضالہ معتزلہ کی تفسیر کو اختیار کیا۔"

(اربعین صفحہ ۹ حاشیہ)

آگے لکھتے ہیں:

"آں صاحب اگر موافق اہلسنت کے تفسیر کرتے تو معجزہ اور کرامت ثابت ہوتی لیکن معجزہ اور کرامت ان کے فہم ناقص میں خلاف قانون قدرت ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۱۲ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"انہوں نے معجزات کا انکار کرنا شروع کر دیا، اس پر متعدد رسائل لکھے۔"

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا::

"اثری صاحب کو قصص القرآن میں سے بیشتر واقعات کو اَز سرنو تو اس لئے ترتیب دینا پڑا کہ ان میں سے خرق عادات اُمور [معجزات و کرامات (رب نواز عفا اللہ عنہ)] کو خارج کر سکیں۔ اس جدوجہد میں انہیں بعض دفعہ قرآنی آیات کی ذِکری ترتیب میں تقدیم و تاخیر کرنے کا ناگوار فریضہ بھی سرانجام دینا پڑا۔ کیوں کہ اس کے بغیر آپ کے قصہ مخترعہ کی ترتیب درست

نہیں رہتی تھی۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۱۳، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

حدیثِ رسول کو سڑیل کہنے کی جسارت

صحیفہ اہل حدیث میں لکھا ہے:

"مولوی محمد صاحب جونا گڑھی نے ۴ مارچ ۳۹ء کو مدرسہ سعیدیہ پُل بنگش دہلی میں فرمایا تھا کہ حدیث "لا نقص الا امیر او مامور او مختال" سڑیل ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث ربیع الاول ۱۳۵۸ء صفحہ ۱۳)

حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو "سڑیل" کہنا گستاخی ہے یا نہیں؟ اس پر ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے صحیفہ اہل حدیث کا تبصرہ نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

صحیفہ میں لکھا ہے:

"افسوس! ان کا حدیث رسول اللہ کو سڑیل کہنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خدامِ حدیث کے سینوں میں راحت اور دِلوں میں فرحت پیدا کرے گا؟... حسد میں آکر حدیث رسول اللہ کو سڑیل (بدبودار، گندہ، خراب، خستہ، ناکارہ) کہا۔ فرشتہ صورت جیسے الفاظ پیارے فقرے آپ حضرات کے تو کیسے پِتّہ میں لگے اور حدیث رسول کی شان میں غلیظ کلمہ استعمال کرتے ہوئے تمہارے پِتّہ نہ پھٹ گئے۔ آہ سچ ہے تلک اذاً قسمة ضیزی۔"

(صحیفہ اہل حدیث ربیع الاول ۱۳۵۸ء صفحہ ۱۴۹)

تنبیہ: قوسین کے درمیان سڑیل کی جو تشریح درج ہے یہ بھی صحیفہ کی عبارت ہے۔

حدیثوں کی بابت غیر مقلدین کی جسارتیں

غیر مقلدین کے پرچہ "الاعتصام" میں جمعیت اہلِ حدیث کی مجلس عاملہ کے رکن مولانا محمد حنیف ندوی کی کتاب "مسئلہ اجتہاد" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسی موضوع پر ادارہ ثقافت نے "مسئلہ اجتہاد" مستقل کتاب بھی شائع کی، جس میں باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ تبدیلی احوال کی بناء پر "اجتہاد جدید" کی درانتی سے قرآن

وحدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جاسکتا ہے۔"

(الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیاد بھوجیانی صفحہ ۷۷۲)

ندوی صاحب کے ایک مضمون پر یوں تبصرہ مذکور ہے:

"فرمایا گیا ہے کہ: مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلق قرآن وحدیث کے صریح احکام تک کو آج کے ارتقائی (ترقی یافتہ) دور میں تبدیل کر دینے کی ضرورت ہے۔"

(حوالہ مذکورہ)

یہ بھی معلوم رہے کہ اسی رسالہ "الاعتصام" میں حنیف ندوی صاحب کو "متکلم اسلام" کا لقب دیا ہے۔ (صفحہ ۵۱)

شیخ زبیر علی زئی نے اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھا:

"ان لوگوں کا منہج درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے: ۱......: صحیح بخاری میں ضعیف و منکر روایات بھی موجود ہیں، جیسا کہ البانی صاحب کا حوالہ گزر چکا ہے۔ ۲: صحیح مسلم میں ضعیف و معلول روایات بھی موجود ہیں، جیسا کہ خبیب اور عبد الرزاق دل صاحبان کی نرالی "تحقیقات" ہیں۔ ۳: مرضی کے مدلسین کی معنعن روایات بھی صحیح و حجت ہیں۔ ۴: جب مرضی ہو تو ضعیف + ضعیف کو حسن لغیرہ قرار دے کر حجت بنانا جائز ہے۔ ۵: صحیحین کے بیچ بھار اویوں کی منفرد روایات مردود ہو سکتی ہیں۔!!!"

(علمی مقالات: ۶/۱۵۱)

علی زئی نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ ناصر الدین البانی غیر مقلد حدیث کی تصحیح و تضعیف میں من مانی کیا کرتے ہیں۔

(علمی مقالات: ۳/۳۱۷)

علی زئی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

"شیخ البانی نے صحیح مسلم کی صحیح روایات پر حملہ کیا۔"

(علمی مقالات: ۶/۲۱۰)

علی زئی صاحب صحیح حدیثوں پر حملہ کرنے والے البانی کو "محدث العصر اور امام المحدثین" بھی کہتے ہیں۔

(حاشیہ عبادات میں بدعات صفحہ ۱۲۹)

صحیفہ اہلِ حدیث کی درج ذیل عبارت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ غرباء والے "امامت من جانب اللہ" کے قائل ہیں:

"یہ کتابچہ ایک فریاد ہے ان لوگوں کے لیے جو اہلِ حدیث ہونے کے مدعی بھی ہیں اور امامت من جانب اللہ بعد از نبی کے قائل بھی۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الثانی:۱۷)

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی (مدرس مدرسہ اہلِ حدیث کھنڈیلہ ضلع جے پور) فرقہ غرباء اہلِ حدیث کے نظریات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رفتہ رفتہ جماعت اہلِ حدیث کھنڈیلہ میں بھی یہ خیالات پیدا ہونے لگے اور مولوی [عبد الوہاب دہلوی (ناقل)] صاحب کے دعووں کی تصدیق کرنے لگے اور غیر مبایعین کو جاہلیت کی موت مارنے لگے اور اس امامت نے ایک طرح کی تقلید ضلالت کی شکل اختیار کر لی۔ اور مولوی صاحب کے اجتہادی مسائل کو یہ لوگ بے چوں و چرا جو خلاف قرآن و حدیث تھے تسلیم کرنے لگے مثل مرغ کی قربانی اور دھیلی پاؤلے کا بازار سے گوشت خرید کر بانٹ دینے کا نام قربانی رکھنا...."

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۳، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

کفایت اللہ سنابلی ہندی غیر مقلد نے ایک روایت کو من گھڑت کہا تو شیخ زبیر علی زئی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ تو صحیح حدیث کی تکذیب ہے۔"

(علمی مقالات:۶/۳۸۳)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"سنابلی صاحب ایسے منہج پر گامزن ہیں جس سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۳۹۲)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ تمنا عنادی اور بشیر احمد میر ٹھی وغیرہما کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر محدثین کرام کی جرنیلی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں اور منکرینِ حدیث کے لیے چور دروازے نہ کھولیں۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۳۹۳)

پڑھتے جائیں:

"سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے باطل اُصول کی لاج رکھتے ہوئے صحیح بخاری اور سنن ترمذی والی حدیث کو بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیں تاکہ سبیل المجرمین واضح ہو جائے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۳)

"سنابلی صاحب نے یہاں صحیح مسلم کی صحیح... حدیث ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ پر بھی حملہ کیا ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۶)

علی زئی صاحب یہاں یہ وضاحت بھی فرمادیتے کہ صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث پر صرف سنابلی نے حملہ کیا ہے یا عبدالرحمن مبارک پوری سے لے کر ارشاد الحق اور خبیب اثری تک سب نے یہ کام سرانجام دیا ہے؟

آگے پڑھیں:

"سنابلی صاحب نے اپنی تائید میں غلط منہج، باطل اُصول اور دوغلی پالیسی والے خبیب احمد فیصل آبادی کا حوالہ مقالاتِ اثریہ (ص ۴۰۳) سے پیش کیا ہے۔ اس کا یہی جواب کافی ہے کہ یہ استغاثة الغريق بالغريق یعنی ڈوبتے کو ڈوبتے کا سہارا ہے۔

ہک سجادو جا کھبا واہ جوڑی بنائیا ربا!"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۶)

معلوم رہے کہ خبیب احمد فیصل آبادی غیر مقلد ہے جو اپنے نام کے ساتھ "اثری" بھی لکھا کرتے ہیں۔

سنابلی صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کا ایک قول قبول کیا، اس پر علی زئی صاحب نے یوں تبصرہ کیا:

”امام بخاری کا یہ قول اس صحیح (حسن لذاتہ) حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ كان أبوذر بالشام زمن يزيد بن أبی سفيان ”یعنی ابو ذر رضی اللہ عنہ یزید بن ابی سفیان کے زمانے میں شام میں تھے۔“

(علمی مقالات:۶/۵۸۷)

علی زئی نے مزید لکھا:

”واللہ! یہ سب حوالے بادلِ نخواستہ لکھے ہیں تاکہ منکرینِ حدیث کے نقوشِ قدم پر چلنے والے سنابلی صاحب کو آئینہ دکھایا جائے۔“

(علمی مقالات:۶/۴۰۹)

علی زئی صاحب نے سنابلی کے رد میں لکھے گئے اپنے اس مضمون میں آگے لکھا:

”اس حدیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے معترض نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔“

(علمی مقالات:۶/۵۹۰)

ابو محمد عبد اللہ اختر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ خرم صاحب نے اصولِ حدیث کو محض اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کے سہارے اپنے خود ساختہ اصول ڈھال کر ”مدلس راوی“ کا سماع ثابت کیا ہے۔“

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو شمارہ:۱۴۱، صفحہ:۳۵)

فائدہ: مذکورہ عبارت میں جس خرم صاحب کا تذکرہ ہے، یہ غیر مقلد لکھاری ہیں۔

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

” تفسیر نبوی سے کچھ سروکار ہی نہیں، اکثر تفسیر نبوی سے برخلاف تفسیر کی ہے ...افسوس بظاہر دعویٰ اہلِ حدیث اور درباطن شیوۂ منکر حدیث۔“

(الاربعین صفحہ ۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر حدیثِ صحیح صریح اور جملہ تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۷)

غزنوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر بھی حدیث صحیح صریح اور جملہ تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۷)

حافظ عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تصانیف میں تصرّف

(علمی امانت کے خلاف ایک تشویشناک روایت)

علم و تحقیق کی دنیا میں بعض واقعات ایسے رونما ہوتے ہیں جو محض ایک خبر نہیں بلکہ اہلِ فکر و نظر کے لیے لمحۂ فکریہ بن جاتے ہیں۔ وہ دلوں میں اضطراب، ذہنوں میں سوال اور ضمیرِ ملت میں ایک خاموش بے چینی پیدا کر دیتے ہیں۔ حالیہ ایّام میں سامنے آنے والا ایک خوفناک انکشاف بھی اسی نوعیت کا ہے، جس کا تعلق شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "آپ کے مسائل اور ان کا حل" سے ہے۔ وہ تصنیف جسے برصغیر کے دینی گھروں میں ایک معتبر مرجع اور عوام و خواص دونوں کے لیے رہنمائے شریعت کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ آمدہ اطلاعات اور بعد از خود تحقیق کے مطابق ان آٹھ جلدوں پر مشتمل مجموعۂ فتاویٰ کی تازہ اشاعتوں میں بعض ایسے مقامات سے روافض سے متعلق اہم عبارات حذف کر دی گئی ہیں جو سابقہ ایڈیشنوں میں پوری صراحت کے ساتھ موجود تھیں۔ اس حذف و تصرّف کی تفصیل نہایت ضروری اور قابلِ توجہ ہے، جسے بعینہٖ پیش کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ مسئلہ اپنی اصل صورت میں سامنے آ سکے۔

جلد نمبر 1 میں "غلط عقائد رکھنے والے فرقے" کے عنوان کے تحت ذکری اور بوہری فرقہ کے بعد روافض کے متعلق تین سوالات پہلے ایڈیشنوں میں موجود تھے:

1: خمینی انقلاب اور شیعوں کی ذبیحہ کا حکم!

2: کیا شیعہ اسلامی فرقہ ہے؟

3: شیعوں کے تقیہ کی تفصیل!

ان سوالات کے جوابات صفحہ 503 تا صفحہ 507 پر درج تھے، مگر اب طبع ہونے والے نسخے میں انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح جلد نمبر 5 کے صفحہ 471 پر "روافض کی ذبیحہ کا حکم" کے زیر عنوان موجود فتویٰ بھی نکال دیا گیا ہے۔

نیز جلد نمبر 6 کے صفحہ 145 تا 147 پر درج تین مستقل عنوانات تھے۔

1: سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد سے نہیں ہو سکتا-

2: شیعہ لڑکی سے نکاح کس طرح ہو سکتا ہے؟

3: شیعہ اور سنی کا آپس میں رشتہ جائز نہیں ہو سکتا- مگر اس تازہ اشاعت سے یہ سب کچھ حذف کر دیے گئے ہیں۔

یہ امر خاص طور پر باعثِ حیرت ہے کہ سن 2011ء اور 2013ء کی طباعتوں میں یہ تمام مباحث موجود تھے، مگر اس نئی اشاعت میں مواد نکال دینے کے باوجود کتاب کی پرنٹ لائن میں سنِ اشاعت وہی رکھا گیا ہے۔ اس سے قبل بھی اسی کتاب میں "مالکی علوی قضیہ" سے متعلق حضرت مرحوم کے مقالات حذف کیے جانے کی خبر اہلِ علم کے علم میں آچکی ہے۔

اس معاملے کی سنگینی اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب اس غیر ذمہ دارانہ بلکہ مجرمانہ ذمہ داری کے تعین کی کوشش کی جائے تو مصنفِ مرحوم کے صاحبزادگان اس کی وضاحت مکتبہ لدھیانوی کے ذمہ قرار دیتے ہیں، جبکہ مکتبہ کی طرف سے جواب صاحبزادگان اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاون کراچی کی شخصیات کی جانب منتقل کر دیا جاتا ہے۔ یوں اس خطرناک عمل اور اس کی حقیقت ابھی تک ایک واضح جواب کی منتظر دکھائی دیتی ہے۔

یہاں اصل سوال کسی موافقت یا اختلاف کا نہیں، بلکہ علمی امانت کا ہے۔ علمی روایت کی بنیاد اس اصول پر قائم رہی ہے کہ مصنف کی عبارت اس کی امانت ہوتی ہے۔ بعد کے اہلِ علم اس سے اختلاف کریں، نقد لکھیں، حاشیہ تحریر کریں، مگر اصل متن کو خاموشی سے بدل دینا اس علمی روایت کے مزاج کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ تحقیقی، اسلامی اور علمی تہذیب نے ہمیشہ اختلافات کو شائستگی اور امانت کے ساتھ نبھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں پرانی کتابیں آج بھی اپنے اصل الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں۔ اگر اکابر کی تصانیف میں اس نوعیت کی تبدیلیاں معمول بن جائیں تو علمی تاریخ کا تسلسل ٹوٹ جائے گا۔ آنے والی نسلیں یہ طے ہی نہ کر سکیں گی کہ اصل موقف کیا تھا اور بعد کی تعبیر کیا ہے۔ یہ خطرہ محض ایک موضوع تک محدود نہیں، کل کو اگر کسی اور حساس مسئلے یا کسی اور فکری محاذ سے متعلق عبارات بالخصوص خاکم بدہن "فتنہ قادیانیت" سے متعلق فتاوی بھی حذف ہونے کی ریت چل پڑی تو شرعی رہنمائی کا یہ تسلسل رفتہ رفتہ اپنی اصل شناخت کھو بیٹھے گا۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاملے کو شخصیات یا اداروں کی حد تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے اصولی مسئلہ سمجھا جائے۔ اکابرِ امت کی تصانیف پوری ملت کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ ان میں تصرّف صرف ایک کتاب کی تبدیلی نہیں بلکہ علمی امانت کے تصور کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

اہلِ علم، دینی اداروں اور بالخصوص تحفظِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے میدان میں سرگرم حضرات سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ اس مسئلے پر سنجیدہ اور مہذب علمی آواز بلند کریں، تاکہ حقیقت واضح ہو اور آئندہ کے لیے ایسا اصول قائم ہو سکے جس سے اکابر کی علمی میراث اپنی اصل صورت میں محفوظ رہے۔

علم کا وقار اسی میں ہے کہ قلم دیانت کا امین رہے، کیونکہ جب کتابیں بدلتی ہیں تو صرف عبارت نہیں بدلتی، تاریخ کا حافظہ بھی متاثر ہوتا ہے۔اس مخدوش صورتحال کو نظرانداز کرنے سے اتنے بڑے قومی و ملی نقصان کا اندیشہ ہے کہ اس کے تصور سے ہی تصور کو پسینہ آ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے احوال پہ رحم فرمائے۔آمین!

والسلام
عبدالجبار سلفی لاہور
28فروری2026ء

محترم حافظ محمد عدیل عمران صاحب حفظہ اللہ

تکفیری کون؟

تمہیدی کلمات:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ۔

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہوں تو تم کہو اللہ تعالی کی لعنت ہو تمہارے شر پر"

(ترمذی ج2 ص227 و مشکوۃ ص554)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو سب و شتم کرنا اور برا کہنا شرارت ہے اور شرارت ہمیشہ شریر ہی کیا کرتے ہیں تو سامعین کا فریضہ ہے کہ جب ایسی شرارت سنیں تو لعنت بھیجیں۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ

"اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں, میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بنالینا سو جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ ہی سے ان سے محبت کرے گا اور جس نے ان کے ساتھ بغض کیا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض کرے گا۔ اور جس نے صحابہؓ کو اذیت دی سو اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی سو اس نے اللہ تعالی کو اذیت دی (یعنی ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالی کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالی اس کو پکڑے گا۔

(ترمذی ج2 ص226 و مشکوۃ ج2 ص554)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے آنے والی نسلوں کو بار بار تاکید کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کو طعن و لعن کا نشانہ بنانے سے روکا ہے۔ اور جو لعین خناس ایسی جرات و بے باکی کا مظاہرہ کرے گا وہ عنقریب اللہ تعالی کی پکڑ میں آئے گا اور جو شخص اللہ تعالی کی پکڑ و گرفت میں آگیا تو اس کے لیے کیا مخلص ہے؟ بے شک اللہ تعالی کی پکڑ و گرفت بڑی سخت ہے "ان بطش ربک لشدید" اللہ تعالی اپنی پکڑ و

گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

حضرت معاذؓ بن جبل کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

"جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہوں اور میرے صحابہؓ کو برا کہا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو گی۔"

(کتاب الاعتصام ج1 ص52)

تکفیری حوالہ جات:

اہل تشیع چونکہ اول دن سے تکفیری ذہنیت کا حامل فرقہ ہے اور جو اول دن سے ہی حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں تکفیری ذہن رکھتا ہے جس کا جابجا ثبوت ان کی اپنی کتب میں ملتا ہے۔ بطور نمونہ چند ایک حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

1) اصول کافی میں ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ "وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (پ26 الحجرات) کا مصداق الاول والثانی والثالث

(اصول کافی ج1 ص426 طبع ایران)

اول (ابو بکرؓ) اور دوم (عمرؓ) اور سوم (عثمانؓ) ہیں۔ (یعنی یہ تینوں ہی عند اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ ہیں۔)

2) رافضیوں کے مستند ترین مصنف ابو جعفر کلینی نے کتاب الروضہ میں اپنے ساتویں امام ابوالحسنؒ کا ایک طویل بیان باسند نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"مجھے اپنی زندگی کی قسم ابو بکرؓ و عمرؓ اس سے پہلے ہی منافق تھے اور ان دونوں نے اللہ کے کلام کو رد کیا اور دونوں نے آنحضرت ﷺ سے استہزاء کی اور وہ دونوں کافر ہیں۔ ان پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔"

(کتاب الروضۃ ص62 طبع لکھنو)

3) جب کہ یہی ابو جعفر کلینی اپنی اسی کتاب الروضۃ میں رافضیوں کے پانچویں امام محمد باقرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ابو بکرؓ و عمرؓ دنیا سے رخصت ہوئے نہ تو انہوں نے توبہ کی اور نہ انہوں نے اس کاروائی پر ندامت محسوس کی جو انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ سے کی سوان دونوں پر اللہ تعالی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

(کتاب الروضہ ص115 طبع لکھنو)

4)شیعہ اور امامیہ کے قدوۃ المحدثین عمدۃ المجتہدین شیخ الاسلام ملا محمد باقر مجلسی نے حضرت امام زین العابدینؒ پر افتراء باندھتے ہوئے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا:

"ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں کافر تھے اور جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے۔"

(حق الیقین ص522)

5)یہی ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"(شیخ کشی نے) حسن سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؒ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ صحابہؓ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تین آدمی حضرت سلمانؓ۔ حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ۔ راوی نے کہا کہ حضرت عمارؓ سے کیا ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا جھکاو تو رکھتے تھے پھر جلدی سے پھر گئے۔(یعنی معاذ اللہ تعالی مرتد ہو گئے)

(حیات القلوب ج2ص837)

6)یہی ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"جب ابو سفیانؓ مسلمان ہوا تو منافق تھا اور منافق ہی مرا اور وہ منافقت ہی سے مشہور تھا۔"

(تذکرۃ الائمہ یا ائمہ معصومین علیہم السلام ص76)

7)یہی دریدہ دہن ملا باقر مجلسی حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

"معاویہؓ کا حال ابتداء میں مولف قلوب کا تھا اور وہ جب اسلام لایا تو منافق بلکہ کافر تھا۔(پھر آگے لکھا کہ) وہ ملعون شراب خور تھا اور جب مرا تو شراب اس کے پیٹ میں اور بت اس کی گردن میں تھا۔"

(تذکرہ ائمہ یا ائمہ معصومین ص76)

8)رافضیوں کے جھوٹے اور بہتان تراش راویوں نے حضرت امام ابو جعفر محمد باقرؒ کی طرف نسبت کر کے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا:

"بے شک ہمارے شیعہ کے علاوہ باقی تمام لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔"

(کافی کتاب الروضہ ج8 ص285 طبع ایران)

9)اور حضرت امام جعفر صادقؒ پر یہ افتراء باندھا کہ انہوں نے فرمایا کہ۔

"تحقیق سے اللہ تعالی نے کتے سے بدتر مخلوق نہیں پیدا کی اور سنی خدا تعالی کے نزدیک کتے سے زیادہ ذلیل تر ہے۔"

(حق الیقین ص516)

10)دور حاضر میں رافضیوں کا مقتداء ور ہنما اور ایرانی کفریہ و خونی انقلاب کا بانی آیت اللہ خمینی یوں گوہر افشانی کرتا ہے کہ۔

"ہم اس خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس خدا کو جانتے ہیں جس کے کام عقل و خرد کی بنیاد پر قائم ہوں اور عقل کی کہی ہوئی باتوں اور کاموں کے علاوہ اور کچھ نہ کرے۔ ہم اس خدا کے قائل نہیں جس کی خدائی کی بنیاد خدا پرستی, عدالت اور دین داری سے بلند ہو اور خود اس کی خرابی میں کوشاں ہو اور یزید, معاویہؓ اور عثمانؓ جیسے بدقماشوں اور غنڈوں کو امارت و حکومت سپرد کرے۔"

(کشف الاسرار ص103)

11)ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"کسی عقل مند کو اس کی مجال نہیں کہ وہ عمرؓ کے کفر میں شک کرے سو خدا اور اس کے رسول کی اس پر لعنت ہو اور ہر اس شخص پر بھی لعنت ہو جو اسے مسلمان سمجھے اور ہر ایسے شخص پر بھی لعنت ہو جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کرے۔" (معاذ اللہ تعالی)

(جلاء العیون ص45 طبع ایران)

12)خمینی لکھتا ہے:

" تمام فرقوں کا ذبیحہ جائز ہے بغیر نواصب (سنیوں) کے اگرچہ وہ اسلام کا دعوی کریں۔"

(تحریر الوسیلہ ج2 ص146)

13) یہی خمینی لکھتا ہے کہ

"ناصبی (مسلمان) اور خارجی خدا ان پر لعنت کرے بلا توقف نجس (پلید) ہیں۔"

(تحریر الوسیلہ ج1 ص118)

14) یہی دریدہ دہن خمینی لکھتا ہے:

"کافر یا وہ جو کافر کے حکم میں ہے جیسے نواصب (یعنی اہل سنت والجماعت) اور خوارج ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔"

(تحریر الوسیلہ ج1 ص79)

15) یہی خمینی لکھتا ہے:

"نفلی صدقہ بھی ناصبی (مسلمان) اور حربی کو دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔"

(تحریر الوسیلہ ج1 ص91)

16) یہ تو شیعہ اور روافض کے بڑوں کا خبث تھا جو حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل السنت والجماعت کے خلاف انہوں نے اگلا۔ اب ان کے ایک اور مجتہد کا حوالہ بھی دیکھ لیجیے۔ شیعہ وامامیہ کے حجۃ الاسلام علامہ غلام حسین نجفی ملعون لکھتا ہے کہ۔

"کیونکہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خلافت حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے کیونکہ جیسی خلافت ہو اس کے لیے ویسا ہی عقیدہ چاہیے۔" بلفظہ

(حقیقت فقہ حنفیہ درجواب فقہ جعفریہ ص72)

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

یہ بطور نمونہ چند ایک حوالہ جات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ اہل حق کھلے طور پر شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ چونکہ پہل شیعہ کی طرف سے ہوئی ہے اس لیے جملہ اہل حق اہل السنت والجماعت شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ ان کا اسلامی اور قانونی حق ہے مگر بایں ہمہ وہ امن عامہ کو بگاڑنے اور خراب کرنے کی پالیسی پر گامزن نہیں ہیں کیونکہ وہ مسئلہ کے ساتھ مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتے۔

ہم ہیں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں طاقت فریاد نہیں

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی سچی محبت نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دین پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

نوٹ: اس تحریر کے لیے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "ارشاد الشیعہ" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ

کیا رؤیت ہلال کمیٹی پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں؟

ویسے تو پاکستان میں رمضان اور عیدین کے چاند پر ہونے والا اختلاف کافی پرانا ہے لیکن اس بحث نے مبالغہ آمیز طول 2019ء کے بعد اختیار کیا جب فواد چوہدری کو وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کا وزیر بنایا گیا۔ اس دور میں فواد چوہدری سمیت دجالی میڈیا نے رؤیت ہلال کمیٹی کے اخراجات کو لے کر ایک ایسا مبالغہ آمیز پروپیگنڈا کیا جس سے عوام میں آج تک یہی تاثر پڑا ہوا ہے کہ جیسے اس کمیٹی پر قوم کے اربوں روپے لٹائے جا رہے ہیں۔ اس پر ہمارے تحقیقی و تنقیدی جائزے سے قبل آپ پہلے وہ عوامی تاثر ملاحظہ فرمائیں۔

رؤیت ہلال کمیٹی کے حوالے سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ

> "اس کمیٹی پر سالانہ کروڑوں یا اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں اور وہ سارا پیسہ ہلال کمیٹی کے علماء کی جیبوں میں جاتا ہے یعنی صرف ایک چاند دیکھنے جیسے معمولی کام کے لیے ان چند علماء کرام پر اربوں روپے اڑا دیے جاتے ہیں جبکہ یہی خطیر رقم عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ ہونی چاہیے۔"

قارئین کرام! آیئے اب اس ہیجان انگیز پروپیگنڈے کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل تو یہ جان لیں کہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کوئی مستقل سرکاری ادارہ یا خود مختار محکمہ نہیں ہے بلکہ یہ وزارت مذہبی امور کے ماتحت کام کرنے والی 21 ممبران پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی ہے۔ اس میں صرف علماء کرام ہی نہیں ہوتے بلکہ چاروں مکاتب فکر کے 15 جید علماء کے ساتھ ساتھ وزارت مذہبی امور، محکمہ موسمیات، سپارکو (SPARCO)، وزارت سائنس و ٹیکنالوجی اور فلکیاتی ماہرین کے نمائندے بھی شامل ہوتے ہیں اور ان سب کا کام محض عید کا چاند ہی دیکھنا نہیں بلکہ پورے اسلامی سال کے بارہ مہینوں کی تاریخ کا شرعی تعین بھی کرنا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ مرکزی ہلال کمیٹی کے علاوہ دیگر مقامی یا زونل کمیٹیاں بھی تشکیل دی جاتی ہیں جو اپنے اپنے علاقہ جات سے ملنے والی شہادتوں کی جانچ پڑتال پر کام کرتی ہیں۔

اب اس پر جو یہ شور مچایا جاتا ہے کہ اس کمیٹی پر کروڑوں یا اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں تو اس پر ہم یہی عرض کریں گے کہ یہ ایک سفید جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہلال کمیٹی کے

لیے کوئی الگ سے اربوں روپے کا بجٹ مختص نہیں کرتی۔ فواد چوہدری اور میڈیا کی جانب سے جس بجٹ کا رونا رویا جاتا ہے وہ دراصل وزارت مذہبی امور کا مجموعی بجٹ ہے جس کے ذمے حج و عمرہ کی پالیسی سازی، مقدس مقامات کی زیارت کے لیے جانے والے زائرین کی سہولت کاری، اقلیتوں کے حقوق، بین المذاہب ہم آہنگی اور سیرت کانفرنسز جیسے درجنوں کام ہیں اور ان سب کے اخراجات حکومتی بجٹ سے نکالے جاتے ہیں۔

اب یہ بجٹ کتنا ملتا ہے اور اس میں سے ہلال کمیٹی پر کتنا خرچ ہوتا ہے اس کی تفصیل جانیے۔

وفاقی بجٹ 2025 تا 2026 کے حکومتی ریکارڈ کے مطابق وزارت مذہبی امور کے لیے دو ارب انیتس لاکھ تین ہزار روپے (2,002,903,000) کا سالانہ بجٹ مختص کیا گیا تھا جس میں سے ہلال کمیٹی کے لیے سالانہ پینسٹھ لاکھ (65,00000) کا بجٹ مختص ہوا تھا اور اس پینسٹھ لاکھ میں سے ہلال کمیٹی کے لیے صرف چھبیس لاکھ روپے (2,600,000) کا فنڈ ریلیز کیا گیا تھا اور اس چھبیس لاکھ میں سے بھی 31 دسمبر 2025ء تک ہلال کمیٹی پر پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (560,000) روپے خرچ ہوئے اور اب 2026ء میں وزارت مذہبی امور کے مطابق بیس لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں یعنی بجٹ کے پینسٹھ لاکھ میں سے جو چھبیس لاکھ روپے کا فنڈ ریلیز کیا گیا تھا صرف وہی اب تک خرچ ہوا ہے اور پیچھے انتالیس لاکھ روپے (3,900,000) کی رقم ابھی بھی قومی خزانے میں جمع ہے۔

اس حکومتی ریکارڈ کا دستاویزی ثبوت آپ درج ذیل لنک پر دیکھ سکتے ہیں۔

https://drive.google.com/file/d/10o_a_ew3ttdO04LWI7g0RY_b8B0CeX5-/view?usp=drivesdk

یاد رہے کہ بجٹ کی یہ رقم کسی بھی ادارے کو یک مشت نہیں ملا کرتی بلکہ ضرورت کے تحت ہی حکومت اس میں سے فنڈ ریلیز کرتی ہے۔ اسی طرح ہلال کمیٹی کے لیے بھی ساری رقم ایک ساتھ ادا نہیں کر دی جاتی بلکہ اسے ہونے والے اخراجات کے حساب سے محکمے کو دیا جاتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس ہلال کمیٹی کے علماء کرام کو باقاعدہ کوئی تنخواہیں نہیں ملتی البتہ اعزازی طور پر چند ہزار روپے کی رقم ضرور دی جاتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر علماء کرام تنخواہ نہیں لیتے تو یہ لاکھوں روپے کہاں جاتے ہیں؟ تو اس حوالے سے عرض ہے کہ کمیٹی کے ممبران سال کے تمام 12 مہینوں میں اجلاس کرتے ہیں۔ ان اخراجات میں ممبران کے سفری اخراجات جن میں جہاز کے ٹکٹ سے لے کر بس کے کرایہ تک سب شامل ہوتا ہے (ٹی اے اور ڈی اے) اجلاس کے دوران چائے پانی، تکنیکی معاونت فراہم کرنے والے انجینئرز اور ٹیکنیشنز کے معاوضے، جدید آلات،

سیکیورٹی کے انتظامات اور ملک بھر سے مقامی کمیٹیوں کے ذریعہ سے شہادتیں موصول کرنے اور ان شہادتوں کی تصدیق کرنے کے لیے استعمال ہونے والے مواصلاتی ذرائع کے بل وغیرہ یہ سب شامل ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک خالصتاً انتظامی عمل ہے جو کسی بھی سرکاری کمیٹی کی کارروائی کے لیے ناگزیر ہوتا ہے اور یہ سب کام اللہ واسطے مفت میں نہیں ہو سکتا بلکہ اس پر مالی خرچ ہونا لازمی بات ہے۔

پھر یہ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب اس جدید دور میں ہمارے پاس سائنسی کیلنڈر موجود ہے تو رؤیت ہلال کمیٹی کی ضرورت کیوں ہے؟ تو عرض ہے کہ دین اسلام کے احکامات نہایت سادہ اور عام فہم ہیں جیسے نماز کے لیے سورج کے طلوع و غروب اور زوال کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح روزے کے لیے چاند کے نظر آنے کو معیار بنایا گیا ہے تاکہ ایک دیہاتی کسان ہو یا شہر کا پڑھا لکھا فرد دونوں عبادات کی بنیاد کو سمجھ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان مبارک ہے کہ

"جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ پھر اگر تم پر آسمان ابر آلود ہو جائے یعنی چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے تیس دن پورے کرو" (مفہوم حدیث)

(سنن ابن ماجہ/ کتاب الصیام رقم الحدیث:1654)

لہٰذا شریعت کا اصل مدار رؤیت پر ہے نا کہ محض چاند کی پیدائش یا سائنسی پیشگوئی پر۔ جدید آلات سے مدد لینا مستحسن تو ہو سکتا ہے لیکن شرعی حکم کو مکمل طور پر آلات کے تابع کر دینا یہ جائز نہیں۔ محکمہ موسمیات کی پیش گوئیاں محض ایک ظن غالب تک ہوتی ہیں جبکہ شرعی شہادت ایک یقینی عمل ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ علماء کرام چاند دیکھنے کے معاملے میں بھی متفق نہیں ہو سکتے حالآں کہ اگر دیکھا جائے تو ملک میں ایک ہی دن عید نہ ہونے کی وجہ علماء کرام کا اختلاف نہیں بلکہ فواد چوہدری اور اس جیسے جاہل لوگوں کی من مانی ہے جو مرکزی نظم وضبط کو توڑ کر اپنی ہی ایک الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے ہیں۔ اگر ریاست کے نظم اور مرکزی کمیٹی کے فیصلے کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ انتشار خود بخود ختم ہو سکتا ہے لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں لوگ ہر سال اربوں روپے کے بجٹ والی جھوٹی کہانی کی وجہ سے ہلال کمیٹی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور اسے مکمل طور پر ختم کر دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلیۓ لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور